ہیں۔ امریکا کے خفیہ سفارت کار اخوان ہی سے نہیں پاکستان میں دیوبندی لیڈروں سے بھی ملتے ہیں جنھوں نے طالبان کو تعلیم دی اور القاعدہ کے پیروکاروں کی فوج متحرک کی۔

سی آئی اے کے اہل کار امریکا دشمن خطیبوں اور بھرتی کرنے والے جنگجوؤں کو بے اثر کرنے کے لیے خوب ڈالر بہا رہے ہیں۔ اگر آپ سڑک کے ایک طرف مُلا عمر پائیں تو دوسری طرف اس کا مقابلہ کرنے کے لیے ملا بریڈلے کو کھڑا کر دیں۔ زیادہ سنگین معاملات میں بھرتی کرنے والوں کو پکڑا جاتا ہے اور تفتیش سے گزارا جاتا ہے۔ سی آئی اے نے بوگس جہادی ویب سائٹ بھی شروع کی ہے اور عرب میڈیا کو اپنا ہدف بنایا ہے لیکن یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ تدبیر اُلٹی پڑ جائے اور انٹرنیٹ پر کوئی جوابی کارٹون یا لطیفہ امریکی میڈیا تک پہنچے۔

دل و دماغ جیتنے کی اس جنگ میں سی آئی اے تنہا نہیں ہے۔ نائن الیون کے بعد پبلک ڈپلومیسی کا بجٹ ۴۰ فی صد اضافے کے بعد ۱.۳ ارب ڈالر ہوگیا ہے، اور مزید آرہا ہے۔ نظریات کی موجودہ جنگ میں سی آئی اے کو اصل مدد اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ سے نہیں بلکہ یو ایس ایڈ سے مل رہی ہے۔ نائن الیون کے بعد بیرونی امداد کے اس ادارے کا خرچ تین گنا بڑھ کر ۲۱ ارب ڈالر ہوگیا ہے اور اس کا نصف مسلم دنیا پر خرچ ہو رہا ہے۔ زیادہ امداد اسلامی گروپوں کو جا رہی ہے۔ ریکارڈ سے پتا چلتا ہے کہ نائن الیون کے بعد امریکی ٹیکس دہندہ کی فراہم کردہ یہ امداد کم از کم ۲۴ ملکوں میں طرح طرح کے اسلامی گروپوں پر خرچ ہو رہی ہے: ۹ ممالک میں مسلم مقدس مقامات کی بحالی (بشمول ترکمانستان، پاکستان اور مصر میں تاریخی مساجد)، کرغیزستان میں ایک خانقاہ کی تعمیر، ازبکستان میں اسلامی مخطوطات (بشمول ۱۱ویں صدی کے ۲۰ قرآن) کا تحفظ [اس بے ضرر اسلام کے لیے تو ہمارے روشن خیال حکمران بھی بسروچشم تیار ہیں]۔ بنگلہ دیش میں یو ایس ایڈ ائمہ مساجد کو ترقی کے مسائل پر تربیت دے رہی ہے۔ مڈغاسکر میں ایک بین المساجد سپورٹس ٹورنامنٹ اسپانسر کیا گیا۔ اس کے علاوہ نصف درجن ممالک میں کتابوں کے تراجم سے لے کر ریڈیو ٹی وی ڈراموں تک میں امداد دی جا رہی ہے۔

یہ امداد بہت واضح طور پر سب سے بڑے ۲۴ کروڑ آبادی والے مسلمان ملک انڈونیشیا میں دی جا رہی ہے۔ اعتدال پسند اسلام کا گڑھ ہونے کے باوجود اس نے جماعت اسلامیہ کو وجود دیا

جس نے ۲۰۰۲ء کے بالی کے بم دھماکے میں ۲۰۲ افراد ہلاک کیے۔ یو ایس ایڈ پس پردہ رہ کر ۳۰ مسلم انجمنوں کو مدد پہنچاتی ہے۔ بعض پروگرام: میڈیا کی تیاری' اسلامی مبلغوں کی ورکشاپ' دیہاتی اکیڈمیوں اور اسلامی یونی ورسٹیوں کے نصابات کی اصلاح' اسلام اور رواداری پر ایک ٹاک شو ۴۰ شہروں سے ریلے' اور ۱۰۰ اخباروں میں ہفتہ وار کالم۔ اس کے علاوہ ایسے اسلامی تھنک ٹینک بھی امداد پا رہے ہیں جو جمہوریت اور حقوق انسانی کے مطابق اسلام کو سامنے لاتے ہیں۔

یہ عطیات خفیہ نہیں ہیں لیکن انھیں سلیقے سے دیا جاتا ہے۔ اس لیے کہ امریکا سے تعلق کا انکشاف ان پروگراموں کا اختتام اور اس میں کام کرنے والوں کے لیے خطرے کا باعث ہے۔ [مسئلہ تو دل و دماغ جیتنے کا ہے اور یہاں یہ تسلیم کیا جارہا ہے کہ امریکا کا نام بھی آجائے تو خیر نہیں' تو پھر دل و دماغ کیسے جیتے جارہے ہیں! امریکا ہی سمجھے تو سمجھے]۔

اگر یو ایس ایڈ' یعنی امریکا کسی کام کا کریڈٹ لینا چاہے تب بھی امریکا دشمن جذبات اسے مشکل بنا دیتے ہیں۔ ایک موقع پر قاہرہ میں سرکاری اہل کار خوشی خوشی بتارہے تھے کہ ان کے اوپیرا ہاؤس کی تعمیر میں جاپانیوں نے مدد دی ہے۔ لیکن وہ اس بات کو نہیں بتانا چاہتے تھے کہ مصر دو ارب ڈالر سالانہ امریکی امداد لینے والا ملک ہے۔ قاہرہ کے پانی بجلی نظام میں امریکا نے مدد دی ہے۔ ایک قدیم مسجد (۶۴۲ ہجری) کو بچانے میں مدد دی ہے لیکن وہ یو ایس ایڈ کے علامتی لال' نیلے اور سفید رنگ کو نمایاں کرنے سے محترز تھے۔

ایک بہت بڑا مسئلہ روایتی اسلامی اسکولوں' یعنی مدرسوں کا ہے۔ نائن الیون کمیشن نے ان کو پُرتشدد انتہا پسندی کے incubator (انڈوں سے بچے نکالنے کی جگہ!) قرار دیا ہے۔ ورلڈ بنک کے مطالعے کے مطابق پاکستان میں ان مدرسوں کے ۵ لاکھ طلبہ ہیں۔ امریکی کہتے ہیں: we are in the madrasa business۔

گذشتہ برس یوگنڈا میں سفارت خانے نے اعلان کیا کہ ہم تین اسلامی اسکول تعمیر کرنے میں مدد دے رہے ہیں۔ فوجی معلوم کرتے ہیں کہ جنگجو کہاں مدرسہ کھولنے والے ہیں' پھر وہ وہاں اس سے پہلے پبلک اسکول اور دوسرے انفراسٹرکچر کے لیے مدد دیتے ہیں۔ امریکی حکام خاموشی سے مدرسے کے اساتذہ کی سائنس' سوکس اور صحت کی تدریس کی تربیت میں مدد دے رہے ہیں۔ سب

سے بڑا پروگرام پاکستان میں روبہ عمل ہے جہاں حساسیت اتنی زیادہ ہے کہ امریکی امداد کا الزام اس بات کے لیے کافی ہے کہ والدین بچوں کو مدرسوں سے اٹھالیں۔ ایجنسی پاکستان کی وفاقی وزارت تعلیم اور نجی فاؤنڈیشنوں کے ذریعے ایک ماڈل پروگرام پر عمل کر رہی ہے جس کے تحت ایک ہزار اسکول قائم ہوں گے۔

امریکا کے اعلیٰ افسران سمجھتے ہیں کہ انقلابی اسلام کی سیاست زدہ شکل امریکا کی سب سے بڑی نظریاتی دشمن ہے۔ امریکا اور اس کے حلیف خاموش کھڑے نہیں رہ سکتے۔ اس کام پر زیادہ توجہ کے اچھے نتائج سامنے آرہے ہیں، مثلاً انڈونیشیا میں امریکی افواج کی طرف سے سونامی امداد کے بعد ایک سروے میں معلوم ہوا کہ امریکا کو ناپسند کرنے والوں کی شرح ۸۳ فی صد سے گر کر ۵۴ فی صد رہ گئی ہے۔ اسامہ بن لادن کی حمایت نصف رہ گئی ہے۔ یہ تصور کرنا حماقت ہوگا کہ آگے راستہ آسان ہے۔ اطلاعاتی جنگ کے ماہرین کا کہنا ہے کہ اس وقت جو اخراجات کیے جارہے ہیں وہ ناکافی ہیں۔

پٹیسر یا ہریشا، اسسٹنٹ سیکرٹری نے کہا کہ وہ یونانی بادشاہ sisyphus کی طرح ہے جس کو یہ سزا دی گئی تھی کہ وہ شہتیر کو پہاڑی پر لے جائے اور وہ پھر واپس آجاتا تھا۔ وہ کہتی ہے: ''آپ کبھی فتح کا اعلان نہیں کریں گے کہ تاریخ کا اختتام ہوا، اب گھر چلے جائیں۔ شہتیر کو اُوپر اُوپر لیتے جائیں''۔

---

دل و دماغ جیتنے کی اس پوری کارروائی پر ہنسی آتی ہے۔ اس طرح بھی عقل ماری جاتی ہے، العیاذ باللہ! اگر امریکا جمہوری اقدار اور رواداری کے اپنے دعووں میں سچا ہوجائے، دوغلی پالیسی ترک کر دے، مسلم ممالک میں جمہوریت کو پنپنے دے، روڑے نہ اٹکائے، حسب مرضی نتائج کے لیے ڈالر نہ پھونکے، نتائج کو ملیامیٹ کرنے کے لیے فوج کی ننگی طاقت کو تھپکی نہ دے تو ۵۰ فی صد نفرت تو کم ہوجائے گی۔

اسلام اور مسلمانوں کو رواداری کا مخالف قرار دیا جاتا ہے، لیکن ہم اسے سمجھنے سے قاصر

ہیں۔ آپ ہماری گردن پر پاؤں رکھ دیں' سینے میں گولیاں اتار دیں' مسلمان خواتین کی عزتیں لوٹیں' (وہ کچھ کریں جس کی علامت آج ابوغریب اور گوانتاناموبے ہیں) اور ہم پھر بھی آپ کو خوش آمدید کہیں' سرآنکھوں پر بٹھائیں' یہ کیسی رواداری کی توقع ہے' (یہ تو غیرت کی موت ہے جس کا مظاہرہ ہمارے حکمران آپ کے سامنے کرتے رہتے ہیں)۔ کوئی غیرت مند مسلمان اسے خاموشی سے کیسے برداشت کرے (دل پر ہاتھ رکھ کر بتائیں کہ خود امریکی قوم سے کوئی یہ سلوک کرے تو آپ پر کیا گزرے گی۔ ایک نائن الیون نے ہی آپ کے ہوش وحواس گم کر دیے ہیں' ہم کتنے نائن الیون روز سہتے ہیں)۔ اس رواداری کی توقع نہ کریں' لیکن حقیقی رواداری میں آپ اپنے کو مسلمانوں سے بڑھ کر نہ پائیں گے۔ اپنی افواج مسلم ممالک سے واپس بلالیں' ماضی کی ظلم پر برسرعام معافی مانگیں (ہم معاف کرنے میں بڑے فراخ دل ہیں لیکن کیا آپ کا اتنا بڑا دل ہے)۔ رہ گیا عورتوں کا مسئلہ' اس میں آپ رواداری برت لیں' ہم اپنے مذہب کے مطابق جو کچھ کرتے ہیں' اس میں رکاوٹ نہ ڈالیں' ہمارے اسکارف سے نہ بھڑکیں' اپنی غیررواداری کی روش ترک کردیں۔ یہ دل و دماغ جیتنے کا آسان نسخہ ہے جس میں خرچ نہیں' بچت ہی بچت ہے' اور انسانیت کے لیے سکون وفلاح بھی ہے۔ آپ نے تو دل جیتنے جیسے اچھے کام کی کوشش میں دنیا کو جہنم بنادیا ہے۔

کیا امریکا میں کوئی تھنک ٹینک' کوئی میڈیا کے بڑے' کوئی دانش ور' کوئی رجل رشید نہیں جو ان کو بتائے کہ دل جیتنے کے لیے دل بدلنا ضروری ہے۔ موجودہ دل و دماغ سے وہ دل و دماغ نہیں جیت سکتے' اور نہ امریکا دشمنی کی لہر کم کرسکتے ہیں' یہ بڑھتی ہی جائے گی۔

---

اشارات کا انگریزی ترجمہ ہر ماہ ویب سائٹ پر دیا جاتا ھے:

**www.jamaat.org**

# ''پاکستان میں خواتین کے لیے لائحہ عمل''

ڈاکٹر خالد محمود ثاقب°

''پاکستان میں خواتین کے کام کا لائحہ عمل'' (مئی ۲۰۰۵ء) میں جناب عبدالشکور نے خواتین کے لیے ایک چار نکاتی لائحہ عمل (خواتین کا حقِ وراثت' عزت کے نام پر قتل اور محرکات کی روک تھام' ملازم پیشہ خواتین کا تحفظ اور خواتین کی شرح خواندگی میں اضافہ) تجویز کیا ہے۔

بلاشبہہ پاکستان جیسے نظریاتی اور اسلامی ملک میں اس طرح کے مسائل کا موجود ہونا ایک تشویش ناک امر ہے جس کے تدارک کے لیے سنجیدگی سے سوچا جانا چاہیے۔ اس ضمن میں' چند گزارشات پیش کرنا چاہتا ہوں۔

۱- یہ حقیقت ہر وقت پیشِ نظر رہنی چاہیے کہ خواتین کے کام کا اصل دائرہ کار اُن کا گھر ہے۔ گھر کے میدان کو چھوڑ کر کسی دوسرے میدان کو ہدف بنانا مجبوری کی حالت میں تو ہوسکتا ہے' لیکن اپنے اصل ہدف کو نظرانداز کر دینا یا کسی دوسرے میدان میں اتنا آگے بڑھ جانا کہ واپسی کا راستہ نہ رہے' درست نہیں۔ بالخصوص سیاسی حوالے سے جہاں مرد حضرات اپنا بھرپور کردار ادا کرسکتے ہیں وہاں خواتین کو بہت زیادہ ملوث کرنا میرے نزدیک صحیح نہیں۔

۲- دیے گئے چاروں نکات مغرب کے لیے بہت زیادہ کشش رکھتے ہیں اور حقیقت میں یہ اُن کے ایجنڈے کا حصہ ہے کہ ان معاملات کو اتنا آگے بڑھایا جائے کہ بالآخر عورتوں کو مردوں کے مقابل بلکہ مخالف کھڑا کر دیا جائے۔ اس لیے مسئلے کی اہمیت اپنی جگہ' لیکن دوسروں کے بنائے

---

° پرنسپل' دارالسلام ہائی سکول' جی ٹی روڈ' کھاریاں

گئے میدان میں ہمارا کھیلنا درست نہیں ہوگا۔ ہمیں ایسی حکمت عملی ترتیب دینا چاہیے کہ میدان بھی ہمارا اپنا ہو اور اہداف بھی ہمارے اپنے طے کردہ ہوں۔

۳- مثال کے طور پر "خواتین کے حق وراثت" کے لیے خواتین کتنا آگے جاسکیں گی؟ قرآن مجید میں خواتین کے حق وراثت کے بارے میں صراحت موجود ہے۔ ہمارے آئین اور قانون میں بھی اُن کا یہ حق محفوظ ہے اور خواتین کی ۹۰ فی صد سے زیادہ تعداد اس بات سے آگاہ بھی ہے کہ وراثت میں اُن کا حق ہے۔ مسئلہ کیا ہے؟ مسئلہ صرف اور صرف یہ ہے کہ مرد یہ حصہ دینے پر آمادہ نہیں ہے۔ پھر کیوں نہ یہ مہم مردوں کی طرف سے چلائی جائے کہ حق دار کو اُس کا حق ملنا چاہیے۔ جائزہ لیا جائے کہ دینی حلقوں کے گھرانوں میں یہ حق لازمی دیا جارہا ہے یا نہیں۔

۴- اکثر عزت کے نام پر قتل کے واقعات کو اس طرح پیش نہیں کیا جاتا جس طرح اصل واقعہ ہوتا ہے۔ یہ مغرب کا ایجنڈا ہے کہ عورت کو مظلوم ہی ثابت کرنا ہے، چاہے وہ جو کچھ بھی کرتی رہے۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ غلطی لڑکی کی طرف سے ہو۔ اگر ایسا ہو تو اُس کے لیے سخت سزا تجویز کرنے میں کیا ہرج ہے کہ دوسری لڑکیوں کے لیے عبرت ہو۔ یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ سزا دینے کا اختیار صرف عدالت کا ہے اور اگر لڑکی بے قصور ہے تو اُس کی حفاظت بھی ضروری ہے۔ لیکن ذرا تصور کیجیے کہ ایک عورت اپنے سیاہ کرتوتوں سے پورے خاندان کی عزت کو پامال کرتی ہے اور بار بار سمجھانے کے باوجود سیدھے راستے پر نہیں آتی اور بالآخر گھر والے کوئی کارروائی کرتے ہیں۔ ایسے میں آپ لڑکی کی حفاظت کے لیے کھڑے ہو جاتے ہیں تو آپ کا وزن کس پلڑے میں ہوگا؟ کیا ہمارا معاشرہ ہمارے اس کردار کو قبول کرے گا؟

۵- "خواتین کے تحفظ" کے حوالے سے جو فضا بنتی ہے وہ یہ ہے کہ معاشرہ بڑا بے حیا اور بے غیرت ہے اور عورت بے چاری بہت مظلوم ہے جسے حفاظت درکار ہے۔ یہی وہ فکر ہے جو مغرب دینا چاہتا ہے۔ کیا اس مہم کو "خواتین کے مسائل میں اُن کی مدد" کا عنوان نہیں دیا جاسکتا؟

اب چند گزارشات خواتین کے کام کے حوالے سے ہیں۔ مسلم خواتین کے کام کے لائحہ عمل کو درج ذیل تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے: ۱- گھر کا میدان ۲- دعوتی میدان ۳- سیاسی میدان۔

## گھر کا میدان

خواتین کا اصل دائرہ گھر ہے۔ ایک خاتون اگر اپنے گھریلو فرائض کو احسن انداز میں پورا کرتی ہے اور گھر کے محاذ کو سنبھال لیتی ہے تو اس سے بڑا کام اور کوئی نہیں۔ بچوں کی تعلیم و تربیت، گھر کے نظام کی دیکھ بھال اور اپنی عزت و ناموس اور شرم و حیا کی حفاظت، یہ وہ بنیادی فرائض ہیں جن سے پہلوتہی، پورے خاندانی نظام کو تباہ کرنے کے مترادف ہے۔ اللہ اور رسولؐ نے اس کام کو جتنی اہمیت دی ہے اس کا اندازہ قرآن و سنت سے آگاہی رکھنے والے ہر شخص کو ہے۔

## دعوتی و تنظیمی میدان

اس میدان میں درج ذیل نکات کو ہدف بنانا چاہیے:

**تعلیم** : ۱- خواتین کی شرح خواندگی میں اضافے کے لیے جہاں سیاسی سطح پر منظم جدوجہد کرنے کی ضرورت ہے وہاں موجودہ صورت حال کے پیش نظر مسلم خواتین کا بڑی تعداد میں شعبہ تعلیم کو اختیار کرنا وقت کی اہم ضرورت بن گیا ہے۔ تعلیم و تدریس کی اہمیت سے کسے انکار ہوسکتا ہے۔ اگر بچوں کے ذہنوں میں شروع ہی سے اللہ اور رسولؐ کا نقش بٹھا دیا جائے تو مغربی تہذیب کے بڑے سے بڑے طوفان کا مقابلہ کیا جاسکتا ہے۔ یہ ایک باعزت پیشہ بھی ہے۔ مہنگائی کا علاج بھی بڑی حد تک اس سے کیا جاسکتا ہے اور دعوتی حوالے سے بھی بہت آسانی سے کام کیا جاسکتا ہے، نیز اس کے نتائج بھی حاصل کیے جاسکتے ہیں۔ یاد رہے حکومت پرائمری اسکولوں میں صرف خواتین اساتذہ کی تقرری کے بارے میں غور کر رہی ہے اور پرائیویٹ اسکولوں میں تو پہلے ہی ایسا ہو رہا ہے۔ اس لیے کوشش ہونا چاہیے کہ تحریک سے تعلق رکھنے والی طالبات تعلیم سے فارغ ہوکر ترجیحاً تدریس کا پیشہ اختیار کریں۔

۲- خواتین اساتذہ میں کام کو منظم کرنے کی بڑی اشد ضرورت ہے۔ یہ پڑھا لکھا، اثر و نفوذ رکھنے والا اور جلد تحریک سے وابستہ ہوجانے والا طبقہ ہے۔ عموماً اساتذہ برادری ہماری ترجیحات میں بہت پیچھے ہے۔ حالانکہ ان میں بہت کم وقت میں کام بہت زیادہ نتیجہ دے سکتا ہے۔

۳- ایسے تعلیمی اداروں کا قیام جنھیں خواتین چلائیں بہت ضروری ہے۔ اس سے نہ صرف

خواندگی میں اضافہ ہوگا، دعوتی کام بھی ہوگا اور معاشی وسائل بھی ہاتھ آئیں گے۔

۴- سلائی کڑھائی، ٹیوشن، کچن، بیوٹیشن اور نرسنگ کے ادارے بھی بنائے جاسکتے ہیں۔ اسی طرح دیگر شعبہ جات جن میں خواتین حجاب کی حدود میں رہتے ہوئے کوئی مفید کام سرانجام دے سکیں، قائم کیے جاسکتے ہیں۔ اگر کوئی ادارہ بنانا ممکن نہ ہو تو یہ کام گھروں کے اندر رہ کر بھی کیا جاسکتا ہے۔ گھروں کے اندر رہ کر بہت سے ایسے کام کیے جاسکتے ہیں جن سے کچھ آمدنی بھی ہو۔ کمپیوٹر پر کمپوزنگ اور دیگر کام تو مرد بھی گھر پر کر رہے ہیں۔

۵- قرآن وسنت کی تعلیم کے ادارے، مثلاً قرآن انسٹی ٹیوٹ وغیرہ بھی بڑی تعداد میں قائم ہونا چاہییں۔ جہاں مروجہ نصاب اور نظام کے علاوہ مختصر کورس بھی کروائے جاسکتے ہیں۔

۶- اپنے اپنے گھروں میں بچوں کی قرآن کلاسیں جو بے شک صرف ترجمے یا ناظرہ تک ہی محدود ہوں شروع کی جاسکتی ہیں۔ والدین کی اس وقت بڑی ضرورت بچوں اور بچیوں کو ناظرہ قرآن پڑھانا ہے۔ اس کے لیے ہماری تحریکی خواتین کو آگے آنا چاہیے۔ اس سے تحریکی مقاصد بھی حاصل کیے جاسکتے ہیں۔

**میڈیا**: ۱- خواتین کے رسالوں کا کردار قابلِ تحسین ہے۔ لیکن ہزار ہا رسائل اور چینلوں کے مقابلے میں یہ چند رسائل کیا کردار ادا کریں گے؟ اور حال بھی یہ ہے کہ صرف چند ہی خواتین اہلِ قلم ہیں۔ ادب، طنز و مزاح، افسانہ نگاری، ناول نگاری، شاعری وغیرہ ہر چیز میں خواتین کا حصہ موجودہ میڈیا یلغار کے مقابلے میں بہت کم ہے۔ ہماری خواتین اگر گھروں میں بیٹھ کر صرف اس محاذ کو ہی سنبھال لیں تو بہت بڑی بات ہے۔

۲- تنظیمی سطح پر ایک بہت بڑی مہم کی ضرورت ہے کہ ہماری پڑھی لکھی خواتین خوب مطالعہ کرنے کے بعد میڈیا کے محاذ پر ڈٹ جائیں۔ مسلم تہذیب اور شناخت کے حوالے سے لکھے ہوئے مضامین، افسانے، ڈرامے اور ناول، نیز شاعری اگر ہم پوری قوت سے پیش کرنے میں کامیاب ہوجائیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم بے حیائی کی لہر کو حیا کی فطری قوت میں نہ تبدیل کردیں۔

**حجاب کی تحریک**: ۱- اپنی شناخت کو قائم رکھنے کے لیے اس تحریک کو زندہ رکھنا وقت کی اہم ضرورت ہے۔ یہ ہماری شناخت ہی نہیں ہماری تہذیب اور کلچر کی اساس بھی ہے۔

حجاب کی اہمیّت' فرضیت اور شعور کو اجاگر کرنا بہت ضروری ہے۔ صرف حجاب کو عنوان بنا کر مختلف سیمی نار منعقد کرانا' مقابلے (تقریری' تحریری' شاعری) منعقد کروانا اور پرنٹ میڈیا کے ذریعے لوگوں کو اس کی افادیت سے آگاہ کرنا چاہیے۔ اس کے ساتھ حجاب مخالف قوتوں کے پروپیگنڈے کا بھی دلائل سے جواب آنا چاہیے۔

۲- جماعت کے اپنے اداروں' ہسپتالوں اور کاروباری دفاتر میں حجاب کو رائج کرنا بہت ضروری ہے۔ بالخصوص تعلیمی اداروں میں اس کا مکمل اہتمام ہونا چاہیے۔

۳- تحریکی گھرانوں میں یقینی بنایا جائے کہ پردے کی پابندی کی جائے بالخصوص شادی بیاہ کی رسموں اور غمی و خوشی کے مواقع پر اس کا خصوصی خیال رکھا جانا چاہیے۔

۴- عام تعلیمی اداروں' بالخصوص سرکاری تعلیمی اداروں کے ذمہ داران کو مسلسل کوشش سے اس بات پر مجبور کیا جائے کہ وہ نقاب کو بطور پالیسی کے نافذ کریں۔

## قرآن فہمی کے حلقے

قرآن ہماری بنیاد ہے۔ یہیں سے ہی ہمیں روشنی مل سکتی ہے۔ یہ اللہ کا اپنا کلام ہے اور اس کے اندر دلوں کو بدلنے کی بڑی تاثیر ہے۔ دروس قرآن میں خواتین کا بڑی تعداد میں شریک ہونا اس بات کا ثبوت ہے کہ اُن میں قرآن کی دعوت کو قرآن کی زبان میں سننے کی طلب بہت ہے۔ مختلف گھروں کے اندر دروس کا انعقاد اور بالخصوص رسم و رواج کے مواقع کو دعوتی مقاصد کے لیے استعمال کرنا بہت ضروری ہے۔ ہمیں اس دعوتی میدان کو نہیں چھوڑنا چاہیے۔ ناظرہ قرآن' ترجمہ قرآن اور دینی حوالے سے مختلف قسم کی کلاسوں کا اہتمام ہمارے ہدف میں رہنا چاہیے۔

تحریکی خاندانوں کے آپس میں میل جول کے لیے مختلف قسم کی تقریبات کا انعقاد بھی کیا جاسکتا ہے۔ کبھی کوئی پروگرام ایسا بھی کیا جاسکتا ہے کہ عیدملن پارٹی میں ارکان جماعت کے اہلِ خانہ شریک ہوں۔ یہ سارے کام حجاب کی حدود کے اندر رہتے ہوئے کیے جائیں۔

## سیاسی میدان

ملک کے سیاسی نظام میں خواتین کے لیے جو خصوصی مواقع مہیا ہو رہے ہیں' ان میں زیادہ

سے زیادہ جگہ بنانا ہدف ہونا چاہیے۔ شعبہ الخدمت کی حدود کے اندر بہت سارے کام کیے جائیں' مثلاً:

۱- بیواؤں اور یتیم بچیوں کی کفالت کا انتظام کرنا۔

۲- سستے بازار' مفت یونی فارم' کتب وغیرہ فراہم کرنا' نیز مستحق طالبات کے لیے وظائف کا اہتمام کرنا۔

۳- بے سہارا خواتین کے لیے ''پناہ'' جیسے اداروں کا قیام۔

۴- غریب بچیوں کے لیے جہیز فراہم کرنا۔

۵- لڑکیوں بالخصوص تحریکی گھرانوں کی لڑکیوں کی شادی کے انتظام میں معاونت کرنا۔

۶- شہدا کے گھرانوں کی خواتین اور بچیوں سے رابطہ اور امداد کا انتظام کرنا۔

۷- میٹرک پاس بچیوں کے لیے کسی ہنر یا ملازمت کا انتظام کرنا۔

۸- خواتین کی امداد کا ایسا شعبہ قائم کرنا جس سے خواتین گھر میں بیٹھ کر کوئی کام کریں اور اُن کی مالی مدد ہو جائے۔

۹- ملازمت پیشہ خواتین کے مسائل کے حل کے لیے مردانہ نظم کی معاونت سے کوشش کرنا۔ اگر اس طرح کا کوئی شعبہ خواتین ممبرانِ اسمبلی کی سربراہی میں مستقل کام کرے تو زیادہ بہتر ہے۔

۱۰- مظلوم خواتین کی دادرسی کے لیے بھی خواتین ممبران اسمبلی کی قیادت میں ایک مستقل شعبے کا قیام عمل میں لانا چاہیے۔

۱۱- خواتین ممبران اسمبلی کو خواتین کے لیے الگ تعلیمی ادارے' تفریحی مقامات' ہسپتالوں میں مناسب سہولیات کی فراہمی' جیلوں میں قید خواتین کی مدد' مناسب سفری سہولیات' بیواؤں اور یتیم بچیوں کی مدد اور ثقافت کے نام پر بے حیائی پھیلانے کے تمام اقدامات کو اپنا موضوع بنانا چاہیے۔ نیز ملازمت پیشہ خواتین کے لیے مناسب قانون سازی کی طرف بھی قدم آگے بڑھانا چاہیے۔

۱۲- عالمی سطح پر مسلم خواتین کے حوالے سے پھیلائی گئی غلط فہمیوں اور خواتین کی عزت و حرمت کے خلاف کیے جانے والے تمام اقدامات کا بروقت محاکمہ کرنا۔ نیز اسلامی تہذیب و ثقافت کی فطری اقدار کو پیش کرنے کے لیے مختلف سیمی نار منعقد کرانا۔ پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا میں درست نقطۂ نظر پیش کرنے کو یقینی بنانا' اسی حوالے سے اسمبلیوں میں قراردادیں پاس کرانا بھی بہت ضروری ہے۔

---